سلسلۂ مطبوعات مجلس
۲۴۷

نبوّت کا اصل کارنامہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

بار اوّل

١٤١٣ھ — ١٩٩٢ء

کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی
طباعت ——— لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)
صفحات ——— ۲۴
قیمت ——— چھ روپے

باہتمام
محمد غیاث الدین ندوی

طابع و ناشر
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
(ندوۃ العلماء)

فہرست عنوانات

"نبوّت کا اصل کارنامہ"

پیش لفظ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم نے یہ مضمون مولانا سعید احمد اکبر آبادی ڈائرکٹر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی دعوت پر ۱۹ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو یونیورسٹی کے یونین ہال میں پڑھا تھا، اس میں اُمّتِ اسلامیہ کے اس کام و مقام کی نشاندہی فرمائی ہے جس کے نمونے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور اُن کی لائی ہوئی تعلیمات کے اثر سے بہت سے افرادِ اُمّت میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

انسانی تاریخ کے اس پورے دور میں جو خدا کے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا، اُن کی رہنمائی و تربیت کے اثر سے اعلیٰ انسانی کردار، رہنمائی کے اعلیٰ معیار، اور انسانیت و علمی فروغ کی شاندار تاریخ بنی ہے، لیکن ایک عرصہ بعد جب اس اُمّت نے غفلت اختیار کی اور مغربی اقوام نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مادّی و علمی عروج حاصل کیا اور دنیا کی سیاسی و معاشی قیادت پر تسلط قائم کرلیا تو اس وقت سے یہ دنیا مادّی ترقی میں

جس قدر بڑھی ہو لیکن انسانی کردار و اخلاق، مذہب کے معیار میں سخت کمزوری میں مبتلا ہوئی اور اس کا اثر اس اُمّتِ بیضاء پر بھی پڑا، اور یہ اُمّت بھی ان بہت سی کمزوریوں میں مبتلا ہونے لگی جو اس کے مقام و کام سے فروتر تھے، اس زوال کے نتیجہ میں دنیا انہی خرابیوں میں مبتلا ہونے لگی جن میں اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں مبتلا تھی، آج ان خرابیوں سے نکلنے کا واحد علاج یہی ہے کہ مسلمان اپنے عہدِ اول کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے پھر وہی کردار اختیار کریں، جو ان کے عظیم و محترم اسلاف نے اختیار کیا تھا، اور حضور مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ایمان و اخلاص کو اور اُن کے بتائے ہوئے طریقۂ زندگی کو اپنی زندگیوں میں داخل کریں اس کے لئے ہم کو اپنے ان عظیم اسلاف کی تاریخ کو جاننا ضروری ہے۔

حضرت مولانا کے اس مضمون میں اس کی طرف نشاندہی کی گئی ہے اور اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ ایک شاندار مضمون ہے پھر حضرت مولانا کا جذبۂ ایمان و یقین سے پُر قلم اور ان کا مؤثر اسلوبِ کلام اس پر مستزاد ہے، اس طرح یہ مضمون بہت اثر انگیز ہو گیا ہے۔

یہ اوّلاً مولانا مدظلہ کے مجموعۂ مضامین "کاروانِ مدینہ" کا جز بنایا گیا تھا، پھر اس کو بعض احباب نے رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا تھا، مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ بھی فائدہ کے عام کرنے کے لئے اس کو علیحدہ طور پر شائع کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کام کو قبول فرمائے اور اس کے فائدہ میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رابع حسنی ندوی
سکریٹری مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ

۱۱ر شعبان ۱۴۱۲ھ
۱۶ر فروری ۱۹۹۲ء

نبوّت کا اصل کارنامہ

تخلیقِ الٰہی کا اصل شاہکار

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی و نبوّت کے ذریعہ اپنے پیغمبروں کو انسانوں کی اصلاح و تکمیل پر مامور فرمایا اور ان حضرات نے اپنی دعوت و محنت کا موضوع انسان کو بنایا، انبیاء علیہم السلام کی بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ فاش کیا کہ اس دنیا کی قسمت اور اس کی آبادی و ویرانی کا فیصلہ انسان پر معلّق ہے، اگر حقیقی انسان موجود ہے تو یہ دنیا اپنی سب برائیوں اور بے سر و سامانیوں کے ساتھ آباد و معمور ہے، اور اگر حقیقی انسان موجود نہیں تو یہ دنیا اپنی ساری رونقوں اور اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ ایک ویرانہ اور خرابہ سے بہتر نہیں، اس دنیا کی بدقسمتی آلات و وسائل کی کمی اور فقدان سے نہیں بلکہ اُن کے غلط استعمال سے ہے، دنیا کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اس کو انسان کی غلط اندیشی اور بے راہ روی نے تباہ کیا آلات و وسائل نے اس تباہی اور ہلاکت خیزی میں صرف اضافہ کیا۔

پھر انسان اپنی عظمت، اپنی وسعت، اپنی مرکزیت اور اپنی حکیمانہ صفت کے اعتبار سے کہیں زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو سعی و محنت اور توجّہ و خدمت کا موضوع بنایا جائے، یہ کائنات بڑی پُر اسرار، بڑی پُر از عجائبات، بڑی حسین و جمیل، بڑی

طویل و عریض ہے لیکن انسان کی فطرت کے اسرار و عجائبات اس کے مخفی خزانوں اور دفینوں، اس کے قلب کی وسعتوں، اس کے دماغ کی بلند پروازیوں، اس کی روح کی بیتابیوں اور گرم جوشیوں، اس کی غیر مختتم تمناؤں اور نا آسودہ حوصلوں اور اس کی غیر محدود صلاحیتوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں، ایسی کئی دنیائیں اس کے قلب کی وسعتوں میں اور یہ سارے سمندر اس کے دل کی گہرائیوں میں گم ہو جائیں، پہاڑ اس کے یقین کی آگ اس کی محبت کے سوز کا، سمندر اس کے قطرۂ اشک کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس کے حسن سیرت کے سامنے دنیا کا ہر حسن ماند ہے اس کے عزم و ارادے کے آگے ہر طاقت سرنگوں ہے، اس انسان میں صحیح یقین، صحیح خواہش اور صحیح ملکات اور اخلاق کا پیدا کرنا اور اس سے خلافتِ الٰہی کا کام لینا نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔

سب سے روشن کارنامہ

ہر نبوت نے اپنے دور میں یہ کارنامہ انجام دیا اور ایسے افراد تیار کئے، جنھوں نے اس دنیا کو نئی زندگی بخشی اور زندگی کو (جو انسان کی خود فراموشی اور غلط اندیشی سے بے معنی ہو گئی تھی) بامعنی بنایا، نبوت کے ان کارناموں میں جو زندگی کی پیشانی پر درخشاں و نمایاں ہیں، سب سے روشن کارنامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے جس کی سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ میں محفوظ ہیں، مردم سازی و آدم گری کے اس کام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کامیابی عطا فرمائی وہ آج تک کسی انسان کو حاصل نہیں ہوئی، آپ نے جس سطح سے تعمیر انسانیت کا کام شروع کیا، اس سطح سے کسی پیغمبر اور کسی مصلح اور کسی مربی کو

شروع کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی، یہ وہ سطح تھی، جہاں حیوانیت کی سرحد ختم ہوتی تھی، اور انسانیت کی سرحد شروع ہوتی تھی اور جس سطح پر آپ نے اس کام کو پہنچایا اس سطح تک بھی کبھی تعمیر انسانیت کا کام نہیں پہنچا، جس طرح آپ نے انسانیت کی انتہائی پستی سے کام شروع کیا اسی طرح انسانیت کی آخری بلندی تک اس کام کو پہنچایا۔

حضورؐ کے تیار کئے ہوئے افراد

آپؐ کے تیار کئے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوّت کا شاہکار ہے اور نوعِ انسانی کے شرف و افتخار کا باعث، انسانیت کے مُرقّع میں بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین و جمیل، اس سے زیادہ دل کش و دل آویز تصویر نہیں ملتی، جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، اُن کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچّا دل، اُن کی بے تکلّف زندگی، ان کی بے نفسی و خدا ترسی، ان کی پاکبازی و پاکیزگی، اُن کی شفقت و رقّت اور اُن کی شجاعت و جلادت، اُن کا ذوقِ عبادت اور اُن کا شوقِ شہادت، اُن کی شہسواری اور اُن کی شب زندہ داری، اُن کی سیم و زر سے بے پرواہی اور اُن کی دنیا سے بے رغبتی، اُن کا عدل اور اُن کا حُسنِ انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، نبوّت کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جو انسانی افراد تیار کئے ان میں سے ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ شہادت نہ پیش کرتی اور دنیا اس کی تصدیق نہ کرتی تو ایک شاعرانہ تخیّل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا، لیکن وہ تاریخ کی ایک حقیقت ہے، وہ ایک ایسا انسانی

وجود تھا جس میں نبوّت کے اعجاز نے متضاد اوصاف و کمالات پیدا کر دئے تھے۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
اُس کی امیدیں قلیل اُس کے مقاصد جلیل — اُس کی ادا دلفریب اُس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو — رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

اُس کے زمانے عجیب اُس کے فسانے غریب — عہدِ کہن کو دیا اُس نے پیامِ رحیل
ساقیٔ اربابِ ذوق فارسِ میدانِ شوق — بادہ ہے اُس کا رحیق تیغ ہے اُس کی اصیل

افرادِ ملّت کے خصائص

یہ فرد جب تیار ہو گیا تو یہ زندگی کے ہر محاذ پر کارآمد، مستعد اور قیمتی ثابت ہوا اور جو خدمت اس کے سپرد کی گئی اس نے اپنی اہلیت و صلاحیت اور اپنی فرض شناسی اور احساسِ ذمّہ داری اور اپنے ذوقِ عمل اور جذبۂ خدمت کا ثبوت دیا، اس کو اگر فیصلہ و ثالثی کا کام سپرد کیا گیا تو وہ بہترین قاضی اور لائق ترین جج ثابت ہوا جس نے ترازو کے تول فیصلہ کیا، وہ اگر فوج کا سپہ سالار اور قائد مقرر ہوا تو اس نے اپنی جنگی قابلیت، بیدار مغزی اور شجاعت اور مرحمت کا ثبوت دیا، اگر فوجوں کی کمان اس کے حوالے کر دی گئی تو ایک مستعد اور کارگزار اور ایک جری اور جانباز سپاہی ثابت ہوا اور اگر اس کو فوجوں کی قیادت کے منصبِ عُلیا سے معزول کر دیا گیا تو اس کی پیشانی پر ناراضگی کی ایک شکن اور اس کی زبان پر شکایت کا ایک حرف نہ آیا اور

لوگوں نے اس کی مستعدی اور جوش و نشاط میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا اگر وہ تو کروں کا آقا اور محکمہ کا افسر تھا تو ایک فراخدل اور شفیق آقا اور ایک خیر خواہ اور محبت کرنے والا بزرگ خاندان اور اگر وہ مزدور اور اجیر تھا تو وہ ایک فرض شناس و مستعد مزدور تھا جس کو اپنی مزدوری کے اضافہ سے زیادہ کام کے اضافہ کی فکر تھی، وہ فرد اگر فقیر تھا تو فقیرِ صابر و قانع، اور اگر غنی تھا تو غنیٔ شاکر اور محسن، وہ اگر عالم تھا تو علم کو عام کرنے اور لوگوں کو خدا کا راستہ بتلانے کا حریص اور اپنے علم کی تقسیم میں فیاض اور اگر طالبِ علم تھا تو علمِ صحیح کے حصول کا شائق اور اس کو اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھ کر اس کی طلب میں منہمک اور اس کے لئے بڑی سے بڑی محنت اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے والا تھا اور اگر وہ کسی شہر کا حاکم تھا تو راتوں کو پہرہ دینے والا اور دن کو انصاف کرنے والا تھا، غرض یہ فردِ انسانی معاشرہ کے جس مقام اور جس محاذ پر تھا آگینہ کی طرح جڑا ہوا تھا۔

بحیثیتِ حکمراں

دنیا کی سب سے زیادہ نازک اور خطرناک ذمّہ داری (حکومت) جب اس کے سپرد ہوئی تو اُس نے زہد و فقر اور ایثار و قربانی اور جفاکشی و سادگی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی اور ابھی تک اس کے تحیّر میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، ہمارے ساتھ خلافتِ راشدہ کے اِن واقعات کو پڑھ لیجئے، عہدِ صدّیقی کا مؤرّخ لکھتا ہے:۔

"ایک روز حضرت ابوبکرؓ کی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی، جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں، انھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرّہ میں سے کچھ درہم بچا کر

جمع کر لوں فرمایا جمع کرو، کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ کو دے کر تیری لا دو، پیسے لے کر کہا معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضرورت سے زیادہ ہیں لہذا بیت المال کا حق ہے، چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کر دئے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔[1]

فاروق اعظمؓ کی روئدادِ سفر

آپ نے بہت سی مملکتوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد سنی ہوگی اور اُن کے شاہانہ تزک و احتشام اور کرّوفر کا تماشا دیکھا ہوگا، ساتویں صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرمانروا حضرت عمرؓ کے سرکاری دورہ (سفر شام) کی روداد مؤرّخ کی زبان سے سنئے مولانا شبلی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الفاروق" میں ۱۶ھ کے سفر بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

"ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروقِ اعظمؓ کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رُعب بٹھانا مقصود تھا کس سروسامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ و نوبت، خدم و حشم، لاؤ لشکر ایک طرف معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا، سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچی تھی کہ فاروقِ اعظمؓ نے مدینے سے شام کا ارادہ کیا ہے زمین دہل جاتی تھی۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی یہیں لکھا گیا"

---

[1] "سیرۃ الصدیقؓ" از صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم

معاہدے کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا گھوڑا جو سواری میں تھا اس کے سُم گھس کر تمام ہو گئے تھے اور رُک رُک کر قدم رکھتا تھا حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر اُتر پڑے، لوگوں نے تُرکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا گھوڑا شوخ اور چالاک تھا حضرت عمرؓ سوار ہوئے تو ڈبل کرنے لگا فرمایا کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سیکھی؟ یہ کہہ کر اُتر پڑے اور پیادہ پا چلے، بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے حضرت عمرؓ کا لباس اور سر و سامان جس معمولی حیثیت کا تھا اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے، چنانچہ لوگوں نے تُرکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔"[1]

دوسرے سفر شام (۱۸ھ) کا حال بھی سُن لیجئے :-

"حضرت عمرؓ نے شام کا قصد کیا حضرت علیؓ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود ایلہ کو روانہ ہوئے، یرفا اُن کا غلام اور بہت سے صحابہؓ ساتھ تھے، ایلہ کے قریب پہنچے تو کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی اور خود اس کے اُونٹ پر سوار ہو لئے، راہ میں جو لوگ دیکھتے تھے پوچھتے تھے کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ فرماتے تمہارے آگے، اسی حیثیت سے ایلہ میں آئے، یہاں ڈیڑھ ایک روز قیام کیا، گزی کا کُرتہ جو زیب بدن تھا کجاوے کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا، مرمت کے لئے ایلہ کے پادری کے حوالہ کیا، اس نے خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا کُرتہ تیار کر کے

[1] الفاروق ص ۱۰۵

پیش کیا حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور کہا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔" [۱]

علی مرتضیٰؓ کا اخلاقی سراپا

خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ کرام کی سیرت کے مختلف پہلو اور اُن کے محاسنِ اخلاق کتابوں میں متفرق و منتشر موجود ہیں، ان سب کو جمع کر کے آپ اپنے ذہن میں ایک فرد کی مکمل زندگی اور پوری تصویر تیار کر سکتے ہیں، لیکن خوش قسمتی سے اُن میں سے ایک (سیدنا علیؓ ابن ابی طالب) کا پورا اخلاقی سراپا اور ان کی زندگی کی تصویر ہمارے لٹریچر میں موجود ہے، اس کو پڑھئے اور دیکھئے کہ ایک انسان کی سیرت و اخلاق کی اس سے زیادہ حسین و دلکش تصویر کیا ہو سکتی ہے، اور نبوت نے اپنی تعلیم و تربیت اور اپنی مردم سازی و کیمیاگری کے کیسے یادگار نمونے چھوڑے ہیں، ان کی خدمت میں شب و روز رہنے والے ایک رفیق ضرارؓ بن ضمرہ اس طرح ان کی تصویر کھینچتے ہیں:

"بڑے بلند نظر، بڑے عالی ہمت، بڑے طاقتور، جچی تلی گفتگو فرماتے، حق و انصاف کے مطابق فیصلہ فرماتے، زبان و ذہن سے علم کا چشمہ اُبلتا ہر پہلو سے حکمت ٹپکتی، دنیا اور بہار دنیا سے وحشت تھی، رات اور رات کی تاریکی میں خوش رہتے، آنکھیں پُرآب، ہر وقت فکر و غم میں ڈوبے ہوئے رفتارِ زمانہ پر متعجب، نفس سے ہر وقت مخاطب، کپڑا وہ مرغوب جو موٹا جھوٹا ہو، غذا وہ مرغوب جو غریبانہ اور سادہ ہو، کوئی امتیازی شان پسند نہیں کرتے تھے، جماعت کے ایک فرد معلوم ہوتے تھے، ہم سوال کرتے تو جواب دیتے، ہم حاضرِ خدمت ہوتے تو سلام و مزاج پرسی میں پہل کرتے، ہم مدعو

[۱] الفاروق صفحہ ۱۱۳

کرنے تو دعوت قبول فرماتے لیکن اس قرب و مساوات کے باوجود رعب کا یہ عالم تھا کہ بات کرنے کی ہمّت نہ ہوتی اور سلسلۂ سخن کا آغاز کرنا مشکل ہوتا۔

اگر کبھی مسکراتے تو دانت موتی کی لڑی معلوم ہوتے، دینداروں کی عزت اور مساکین سے محبّت کرتے تھے، لیکن اس تواضع و مسکنت کے باوجود کسی طاقتور اور دولت مند کی مجال نہ تھی کہ اُن سے کوئی غلط فیصلہ کروالے یا اُن سے کوئی رعایت حاصل کرلے، کمزور کو ہر وقت اُن کے عدل و انصاف کا بھروسہ تھا۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُن کو ایک شب ایسی حالت میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے ڈھل چلے تھے آپ اپنی مسجد کی محراب میں کھڑے تھے، داڑھی مٹھی میں تھی اس طرح تڑپ رہے تھے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو، اس طرح رو رہے تھے جیسے دل پر چوٹ لگی ہو، اس وقت میرے کانوں میں اُن کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں: "اے دنیا! کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے اور مجھے بہکانے کی ہمّت کی ہے؟ مایوس ہو جا کسی اور کو فریب دے، میں نے تو تجھے ایسی تین طلاقیں دی ہیں، جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیرا عیش بے حقیقت، تیرا خطرہ زبردست، ہائے زادِ راہ کس قدر کم ہے، سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے"[1]

بعد کے عظیم انسان

نبوت کا یہ کارنامہ زمانۂ بعثت اور پہلی صدی ہجری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے،

[1] صفۃ الصفوۃ ابن جوزی

آپؐ کی تعلیمات نے اور آپؐ کے صحابۂ کرامؓ نے زندگی کے جو نمونے چھوڑے تھے وہ مسلمانوں کی بعد کی نسلوں اور وسیع عالمِ اسلام کے مختلف گوشوں میں ہر شعبۂ زندگی اور ہر صنفِ کمال میں ایسے "عظیم انسان" پیدا کرتے رہے جن کی انسانی بلندی شک و شبہ اور اختلافات سے بالاتر ہے، اس لازوال "مدرسۂ نبوت" کے فضلاء اور تربیت یافتہ (جنھوں نے صرف اسی مدرسہ سے انسانیت و اخلاق اور خداشناسی اور انسان دوستی کا سبق لیا تھا) اپنے اپنے زمانہ کی زیب و زینت اور انسانیت کے شرف و عزت کا باعث ہیں، کسی مؤرخ اور کسی بڑے سے بڑے مصنف اور محقق کی یہ طاقت نہیں کہ ان لاکھوں اہلِ یقین اور اہلِ معرفت کے ناموں کی صرف فہرست بھی پیش کر سکے جو اس تعلیم کے اثر سے مختلف زمانوں اور مختلف مقامات پر پیدا ہوتے رہے، پھر اُن کے مکارمِ اخلاق، ان کی بلند انسانیت، اُن کے رُوحانی کمالات کا احاطہ تو کسی طرح ممکن نہیں، اُن کے حالات کو (جو کچھ بھی تاریخ محفوظ کر سکی ہے) پڑھ کر عقل حیران ہوتی ہے کہ یہ بھی کیا انسان تھے، رُوحانی ترقی، نفس کی پاکیزگی، حوصلہ کی بلندی، انسان کی ہمدردی، طبیعت کی فیاضی، ایثار و قربانی، دولتِ دنیا سے بے نیازی، سلاطین و قوت سے بے خوفی، خداشناسی و خدادانی اور غیبی حقیقتوں پر ایمان و یقین کے ان حدود اور اُن بلندیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے، اُن کے یقین نے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو یقین سے بھر دیا، اُن کے عشق نے لاکھوں انسانوں کے سینوں کو عشق کی حرارت اور سوز سے گرم و روشن کر دیا، اُن کے اخلاق نے خونخوار دشمنوں کو جاں نثار اور لاکھوں حیوان صفت انسانوں کو حقیقی انسان بنا دیا، ان کی صحبت اور اُن کے فیض و تاثیر نے خداترسی اور خداطلبی اور انسان دوستی کا عام ذوق پیدا کر دیا۔

مسلمان بادشاہ

یہ بّرِ صغیر ہندو پاکستان اس بارے میں بڑا خوش نصیب ہے کہ وہ اپنے آغوش میں بکثرت ایسے مردانِ خدا کو لئے ہوئے ہے جنھوں نے اپنے عہد میں انسانیت کو بلند اور انسان کا نام روشن کیا تھا بادشاہوں کی صف میں بھی جو کشور ستانی اور ملک گیری اور عیش کوشی کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے، اس تعلیم نے ایسے درویش صفت اور زاہد سیرت بادشاہ پیدا کئے، جنھوں نے زُہد و ایثار کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تارکُ الدُّنیا درویشوں اور گوشہ نشین فقیروں کے یہاں بھی ملنا مشکل ہے، تاریخِ اسلام کے ہر دور اور عالمِ اسلام کے ہر گوشہ میں ایسی شخصیتیں ملتی ہیں کہ بقول اقبال ؎

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب　　سلطنتِ اہلِ دل فقر ہے شاہی نہیں

سلطان صلاح الدین ایوّبی

مدرسۂ نبوّت کے ان فیض یافتہ سلاطین میں جن کی فہرست طویل ہے آپ صرف سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال پڑھیں جو چھٹی صدی ہجری میں مشرق وسطیٰ کے اس سب سے بڑے حکمران (جو کردستان کے پہاڑوں سے لے کر صحرائے نوبہ تک حکومت کرتا تھا) کے متعلق اس کا سکریٹری قاضی ابنِ شدّاد شہادت دیتا ہے :۔

"زکوٰۃ فرض ہونے کی ساری عمر نوبت ہی نہیں آئی، اس لئے کہ انھوں نے کبھی اتنا پس انداز ہی نہیں کیا جس پر زکوٰۃ فرض ہے، اُن کی ساری دولت صدقات و خیرات میں خرچ ہوئی، صرف سینتالیس [۴۷] درہم ناصری اور ایک سونے کا سکہ

چھوڑا، باقی کوئی جائیداد وملکیت، کوئی مکان، باغ، گاؤں، زراعت نہیں چھوڑی ان کی تجہیز وتدفین میں ایک پیسہ بھی اُن کی میراث سے صرف نہیں ہوا، سارا سامان قرض سے کیا گیا یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے، کفن کا انتظام اُن کے وزیر وکاتب قاضی فاضل نے کسی جائز وحلال ذریعہ سے کیا"[۱]

انسانی بلندی، شرافتِ نفس، عالی حوصلگی کے اعتبار سے بھی سلطان تاریخ کے عظیم ترین انسانوں میں شمار ہونے کے قابل ہے، بیت المقدس کی فتح کے موقع پر عیسائی فاتحین کے برخلاف (جنھوں نے ظلم وسفّاکی کی ایک نظیر قائم کردی) سلطان نے جس شفقت ومرحمت اور حسن احسان وفیاضی کا مظاہرہ کیا، اس کا ذکر کرتے ہوئے اُن کا مغربی سوانح نگار اسٹینلی لین پول لکھتا ہے:

"اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کو بازیاب کیا تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانہ کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت وشہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا۔"[۲]

سلطان مظفر شاہ

آپ نے جہاں مشرقِ وسطیٰ کے ایک عظیم مسلمان حکمران کے احسان وفیاضی کا واقعہ سنا خود اپنے ملک کے ایک مسلمان بادشاہ کا واقعہ بھی سنتے چلیے جو خلوص وفیاضی ایثار اور بلند حوصلگی کا ایک اور نمونہ ہے، یہ دسویں صدی ہجری کے ایک طاقتور فرمانروا مظفر حلیم سلطان گجرات (م ۹۳۲ھ) کا واقعہ ہے کہ جس نے محمود شاہ خلجی کی مدد کے لئے (جو غاصبوں کے

۱؎ النوادر السلطانیہ ۲؎ سلطان صلاح الدین ص ۲۰۵

ہاتھوں تخت و تاج سے محروم ہو گیا تھا، اور اس کی سلطنت پر اس کے نمک خواروں نے قبضہ کر لیا تھا) مانڈو پر حملہ کیا تھا اور اس کو فتح کر لیا تھا، واقعہ مؤرخِ گجرات کی زبان سے سنئے:

"تسخیرِ قلعہ کے بعد جس وقت مظفر حلیم اندر داخل ہوا اور امرائے ہمرکاب نے شاہانِ مالوہ کے سامانِ تجمّل اور خزائن و دفائن کو ملاحظہ کیا اور اس ملک کی سرسبزی و شادابی پر اطلاع پائی تو انھوں نے جسارت کر کے مظفر شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جنگ میں تقریباً دو ہزار سوار جرّار درجۂ شہادت کو پہنچ چکے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے کہ اسقدر نقصان اُٹھانے کے بعد پھر ملک کو اسی بادشاہ کے حوالہ کر دیا جائے جس کی سُوءِ تدبیر سے مندلی رائے نے اس پر قابو پالیا تھا، بادشاہ نے یہ سنتے ہی سیر موقوف کی اور قلعہ سے باہر نکل کر محمود شاہ کو ہدایت فرمائی کہ اسکے ہمرکاب لوگوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر نہ جانے دے، محمود نے باصرارِ تمام اس بات کی التجا کی کہ بادشاہ چند روز قلعہ کے اندر آرام فرمائیں، مگر مظفر شاہ نے اس التجا کو قبول نہ فرمایا اور بعد کو خود ظاہر کیا کہ میں نے یہ جہاد و غزا محض خدا وند برحق کی رضامندی حاصل کرنے کو کیا تھا، مجھ کو امراء کی تقریر سے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ مبادا کوئی خطرۂ فاسد میرے دل میں پیدا ہو اور میرا خلوصِ نیت برباد ہو جائے، میں نے محمود پر کچھ احسان نہیں کیا بلکہ محمود کا مجھ پر احسان ہے کہ اسکی وجہ سے مجھ کو یہ سعادت حاصل ہوئی[1]"

فیضانِ نبوّت

میں نہیں کہتا کہ سارے سلاطین و فرمانروا جو اسلامی عہد میں گزرے، وہ نور الدین، صلاح الدین

[1] "یادِ ایام" (تاریخ گجرات) از مولانا حکیم سید عبد الحیؒ بحوالہ۔ مرآۃ سکندری

ناصر الدین محمود اور سلطان مظفر حلیم کا نمونہ تھے لیکن آپ کو جن فرمانرواؤں میں انسانی بلندی، خدا ترسی، فقر و زہد، ایثار و قربانی اور شفقت و مرحمت کی یہ شان نظر آتی ہے اور ان میں سے جو اپنے زمانے کی سطح سے بلند، بادشاہوں کی روایات سے الگ اور زمانے سے نرالے دکھائی دیتے ہیں، وہ صرف نبوّت کے فیض اور دینی جذبہ کا نتیجہ ہیں، آپ اگر اُن کی زندگی اور انکے سوانح حیات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو اس کا سُراغ لگانے میں کوئی دقّت نہیں ہوگی کہ ان سب کا تعلق و اتّصال (تعلیم و تربیت، تعلق و محبت، اتباع و اطاعت کے ذریعہ سے) اسی ایک سرچشمۂ ہدایت سے تھا جس نے ہر دور میں عظیم ترین انسان پیدا کئے خواہ اُن کا زمانہ کتنا دور ہو، دراصل یہ سب اسی درسگاہِ نبوّت کے فیض یافتہ ہیں جس نے تعمیرِ انسانیت کا کام سب سے وسیع پیمانہ پر اور بہت ہی اعلیٰ سطح پر انجام دیا اور جس کا فیض اب بھی انسانیت کے چراغ کو روشن کئے ہوئے ہے، اور جہاں کہیں روشنی ہے اسی ایک چراغ کا پرتو ہے ؎

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں   ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

موجودہ فکری قیادت

ہماری جدید تہذیب اور موجودہ فکری قیادت معاشرۂ انسانی کی ذمّہ داریاں سنبھالنے والے افراد تیار کرنے اور انسان کی سیرت سازی میں بُری طرح ناکام رہی ہے، وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر سکتی ہے، وہ خلاء میں سفر کرنے کے لئے محفوظ و سریع السیر آلات مہیّا کر سکتی ہے، وہ انسان کو چاند اور سیّاروں پر پہنچا سکتی ہے، وہ ذرّاتی طاقت سے بڑے بڑے کام لے سکتی ہے، وہ ملک سے غریبی دور کر سکتی ہے، وہ علم و ہنر کو آخری

نقطۂ عروج پر پہنچا سکتی ہے، وہ پوری کی پوری قوم اور ایک ملک کی آبادی کو خواندہ و تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے، اس کی ان کامیابیوں اور فتوحات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں لیکن وہ صالح اور صاحبِ یقین افراد پیدا کرنے سے بالکل عاجز ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی ناکامی اور بدقسمتی ہے، اور اسی وجہ سے صدیوں کی محنتیں ضائع و برباد ہو رہی ہیں۔

شدید ردِّ عمل کا ڈر

ساری انسانی دنیا مایوسی اور انتشار کا شکار ہے اور اب اس کا سائنس اور علم پر سے بھی اعتقاد اُٹھ رہا ہے، اندیشہ ہے کہ دنیا میں ایک شدید ردِّ عمل کی تحریک اور علم و تمدّن کے خلاف بغاوت کے دور کا آغاز نہ ہو جائے، فاسد افراد نے معصوم اور صالح وسائل و ذرائع کو بھی فاسد بلکہ آلۂ فساد و تخریب بنا دیا ہے، جدید تمدّن کا سفینہ موجوں کی تاب نہیں رکھتا، اس کا ہر تختہ گھن کھایا ہوا اور دیمک کا چاٹا ہوا ہے، فاسد و کمزور تختوں سے کوئی صالح اور مضبوط سفینہ تیار نہیں ہو سکتا، یہ بالکل مغالطہ اور خام خیالی ہے کہ فاسد تختے علیحدہ علیحدہ فاسد، کمزور اور ناقابلِ اعتماد ہیں، لیکن جب ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے اور اُن سے کوئی سفینہ تیار کیا جائے تو ان کی قلبِ ماہیت ہو جاتی ہے، اور وہ صالح بن جاتے ہیں، رہزن اور چور علیحدہ علیحدہ تو رہزن اور چور ہیں، لیکن جب وہ اپنی جماعت بنا لیں تو وہ پاسبانوں اور ذمہ دار انسانوں کی ایک مقدس جماعت ہے۔

جدید فکری قیادت

نئی فکری قیادت نے جو افراد دنیا کو عطا کئے ہیں، وہ ایمان و یقین سے خالی، ضمیرِ انسانی سے محروم، حاسّۂ اخلاقی سے محروم، محبت اور خلوص کے مفہوم سے ناآشنا، انسانیت کے شرف و احترام

سے غافل ہیں، وہ یا تو لذّت و عزّت کے فلسفہ سے واقف ہیں یا صرف قوم پرستی اور وطن دوستی کے مفہوم سے آشنا ہیں، اس نوعیت اور صلاحیت کے افراد خواہ جمہوری نظام کے سربراہ ہوں یا آمریت کے نظام کے ذمہ دار کبھی کوئی صالح معاشرہ، پُرامن ماحول اور خدا ترس و پاکباز سوسائٹی قائم نہیں کر سکتے، اور ان پر خدا کی مخلوق اور انسانی کنبہ کی قسمت کے بارے میں کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

صالح ترین افراد

اس دنیا میں صالح ترین افراد اور صالح ترین معاشرہ صرف نبوّت نے تیار کیا ہے، اور اسی کے پاس قلب کو بدلنے اور گرمانے، نفس کو جھکانے اور جگانے، نیکی و پاکبازی کی محبت اور گناہ اور بدی سے نفرت پیدا کرنے، مال و زر، ملک و سلطنت، عزّت و وجاہت اور رنگ و نسل و تفوق کی سحر انگیز ترغیبات کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، اور وہی افراد جو ان صلاحیتوں کے مالک ہوں دنیا کو ہلاکت سے اور تہذیب جدید کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

نبوّت نے دنیا کو سائنس کا علم نہیں دیا، ایجادیں نہیں عطا کیں، اس کو نہ اس کا دعویٰ ہے، نہ ایسا نہ کرنے پر شرمندگی اور معذرت، اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دنیا کو وہ افراد عطا کئے جو خود صحیح راستے پر چل سکتے ہیں، اور دنیا کو چلا سکتے ہیں اور ہر اچھی چیز سے خود نفع اٹھا سکتے ہیں دوسروں کو پہنچا سکتے ہیں، اور جو ہر قوت اور نعمت کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں، جو اپنی زندگی کے مقصد سے واقف اور اپنے پیدا کرنے والے سے آشنا ہیں، اور اس کی ذات سے استفادہ کرنے اور اس سے مزید نعمتیں حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انھیں کا وجود انسانیت کا اصل سرمایہ اور انھیں کی تربیت نبوّت کا اصل کارنامہ ہے۔

نعت

ذکر اُس کا ہے اور با چشم پُرنم نازاں ہے جس پر تاریخ آدمؑ
ایمان مُطلق ارشادِ محکم نورِ مجسّم، جانِ دو عالمؑ

روحِ ہدایت احمدؐ بہ نامے
یثرب مقامے، بطحا خرامے

اُبھرا ہے جب سے ہستی کا تارا طوفاں بکف ہے عالم ہی سارا
بے سود کشتی، چھوٹا کنارا ختمِ رُسُل کا بس اک سہارا

ذاتِ رفیقش، خاصے بہ عامے
کُہنہ گلیمے، تازہ پیامے

ہوتا نہیں گر فیضِ اَلَستی دنیا اُجڑ کر شاید نہ بستی
ظلِّ نبی سے یہ نورِ ہستی جس نے مٹائی باطل پرستی

مہتاب دستے، خورشید گامے
صبحش چہ صبحے، شامش چہ شامے

نغمہ جنوں نے گایا نہیں تھا رمزِ نبوّت پایا نہیں تھا
خلوت میں کوئی آیا نہیں تھا جلوہ تھا، لیکن سایا نہیں تھا

صدّیقِ اکبرؓ قائم مقامے
دردینِ احمدؐ، اوّل امامے

خاموشیوں میں اعلانِ ایماں　　کوئے طلب میں سروِ چراغاں
شمشیرِ عُریاں تدبیرِ رخشاں　　تقویمِ عالم، تقویمِ دوراں

فاروقِ اعظم مردِ عوامے
حرفے جدیدے، نقشے دوامے

عثمانیت ہے غم کوش رہنا　　صبر ورضا میں پُرجوش رہنا
جس نے سکھایا ذی ہوش رہنا　　خنجر کے نیچے خاموش رہنا

خوں درگلوئے قرآں بہ کامے
محوِ کلامِ وخود لاَ کَلاَمے

جسمِ علیؓ میں تھی جانِ کامل　　علم وعمل کی اک شانِ کامل
ایمانِ کامل عرفانِ کامل　　نانِ جویں اور انسانِ کامل

جذبے عظیمے فکرے تمامے
طوبیٰ بہ جیبے وکوثر بہ جامے

پھر شمعِ ایماں ضو پا رہی ہے　　بزمِ سیاست تھرّا رہی ہے
تاریخِ ماضی دُہرا رہی ہے　　کعبے کی جانب خلق آ رہی ہے

منزل بہ منزل گامے بہ گامے
عالم مُسافر، کعبہ مقامے